عرب و عجم قبل از اسلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی روشنی میں

تحقیق و ترتیب: آصف احمد خان مربی سلسلہ، پروفیسر جامعہ احمدیہ کینیڈا

آنحضور ﷺ کا ملک عرب سے اور بالخصوص مکہ سے ظہور فرمانا بیشمار حکمتوں پر مبنی ہے۔ انسانی آنکھ تاریخ عالم کی ورق گردانی کرتی ہوئی جب سرزمین عرب پر آتی ہے تو ظھر الفساد فی البر والبحر کا اندوہناک نظارہ کرتی ہے۔ لیکن جب وہی آنکھ عرب کی ظہور اسلام کے بعد کا یا پلٹتے دیکھتی ہے تو دل ایمان و عقیدت سے بھر جاتا ہے اور زبانوں پر درود و سلام جاری ہو جاتا ہے۔

الّٰلھمّ صلّ علیٰ محمدوعلٰی آل محمد وبارک و سلّم انّک حمید مجید

صَـــادَفْتَهُـــمْ قَــوْمًـــا كَــرَوْثٍ ذِلَّــةً   فَــجَــعَــلْتَهُــمْ كَسَبِيْــكَــةِ الْعِقْيَــانِ

تو نے انہیں گوبر کی طرح ذلیل قوم پایا تو تُو نے انہیں خالص سونے کی ڈلی کی مانند بنا دیا۔

حَتّــى انْثَــنٰــى بَــرٌّ كَـمِثْلِ حَـدِيْـقَـةٍ   عَــذْبِ الْــمَـوَارِدِ مُثْمِرِ الْأَغْـصَــانِ

یہاں تک کہ خشک ملک اس باغ کی مانند ہو گیا جس کے چشمے شیریں ہوں اور جس کی ڈالیاں پھلدار ہوں۔

عَــادَتْ بِلَادُ الْـعُــرْبِ نَـحْـوَ نَضَـارَةٍ   بَـعْـدَالْـوَجٰـى وَ الْـمَـحْـلِ وَ الْخُسْرَانِ

ملکِ عرب خشک سالی۔ قحط اور تباہی کے بعد شاداب ہو گیا۔

كَــانَ الْــحِــجَــازُ مَـغَــازِلَ الْـغِـزْلَانِ   فَــجَــعَــلْتَهُــمْ فَـانِيْـنَ فِـى الـرَّحْـمَـانِ

اہل حجاز آ ھو چشم عورتوں سے عشق بازی میں لگے ہوئے تھے سو تُو نے انہیں خدائے رحمٰن (کی محبت) میں فانی بنا دیا۔

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تحریرات و فرمودات میں مختلف پہلوؤں سے اس بات پر روشنی ڈالی ہے کہ آپ ﷺ کا ملک عرب سے مبعوث ہونا حکمت سے خالی نہ تھا۔ بلکہ ضرور تھا کہ آپ عرب ہی سے ظہور فرماتے۔ اسی طرح سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے عرب کی اسوقت کی سیاسی و تمدنی و اخلاقی حالت پر بھی تبصرہ فرمایا ہے۔

عرب سے ظہور کی حکمت

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

"اس آخری نور کا عرب سے ظاہر ہونا بھی خالی حکمت سے نہ تھا۔ عرب وہ بنی اسماعیل کی قوم تھی جو اسرائیل سے منقطع ہو کر حکمت الٰہی سے بیابانِ فاران میں ڈال دی گئی تھی اور فاران کے معنی ہیں دو فرار کرنے والے یعنی بھاگنے والے۔ پس جن کو خود حضرت ابراہیمؑ نے بنی اسرائیل سے علیحدہ کر دیا تھا اُن کا توریت کی شریعت میں کچھ حصہ نہیں رہا تھا۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ وہ اسحاقؑ کے ساتھ حصہ نہیں پائیں گے۔ پس تعلق والوں نے انہیں چھوڑ دیا کسی دوسرے سے ان کا تعلق اور رشتہ نہ تھا۔ اور دوسرے تمام ملکوں میں کچھ کچھ رسوم عبادات اور احکام کی پائی جاتی تھیں جنسے پتہ لگتا ہے کہ کسی وقت ان کو نبیوں کی تعلیم پہنچی تھی۔ مگر صرف عرب کا ملک ہی ایک ایسا ملک تھا ان تعلیموں سے محض ناواقف تھا اور تمام جہان سے پیچھے رہا ہوا تھا۔ اس لئے آخر میں اُسکی نوبت آئی اور اس کی نبوت عام ٹھہری تا تمام ملکوں کو دوبارہ برکات کا حصہ دیوے اور جو غلطی پڑ گئی تھی اس کو نکال دے۔ پس ایسی کامل کتاب کے بعد کس کتاب کا انتظار کریں جس نے سارا کام انسان اصلاح کا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پہلی کتابوں کی طرح صرف ایک قوم سے واسطہ نہیں رکھا۔ بلکہ تمام قوموں کی اصلاح چاہی اور انسانی تربیت کے تمام مراتب بیان فرمائے۔ وحشیوں کو انسانیت کے آداب سکھائے۔ پھر انسانی صورت بنانے کے بعد اخلاق فاضلہ کا سبق دیا"۔ (روحانی خزائن، اسلامی اصول کی فلاسفی، جلد10 صفحہ 367)

اس مندرجہ بالا ارشاد میں سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جو امور بیان فرمائے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل کے متعلق خدا تعالیٰ نے جو وعدے کئے تھے انکے پورا ہونے کے لئے ضروری تھا کہ انکے دونوں بیٹوں کی نسلوں کو نبوت و شریعت کی نعمت سے نوازا جاتا۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام کی نسل یعنی بنی اسرائیل میں خدا تعالیٰ نے پے در پے انبیاء مبعوث فرمائے اور انکے بھائی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل جو عرب میں آکر آباد ہوئی اس میں اب تک نبوت منقطع تھی اور ان کے پاس کوئی شریعت نہ تھی گو امّی تھے۔ انہی امّیوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کئے گئے وعدوں کے مطابق آنحضور ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاوں اور ان سے کئے گئے وعدوں کا ذکر قرآن میں (البقرہ ۱۳۰۔ ابراہیم ۳۸۔ الصافّات ۱۰۲) اور بائیبل میں (پیدائش ۴۲ تا ۴۷) موجود ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا حجاز میں آکر آباد ہونا اور آنحضور ﷺ کا نسل اسماعیلؑ سے ہونا بھی ثابت شدہ حقیقت ہے۔

سیاسی حالات

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ظہور اسلام کے وقت عرب کے اور اسکی ارد گرد کی سلطنتوں کے سیاسی و مدنی حالات بھی بیان فرمائے ہیں جن سے اس دور سے متعلق مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے

ایک جگہ فرمایا" **اس جگہ اس بات کا جتلا دینا فائدہ سے خالی نہ ہو گا کہ خسرو پرویز کے وقت میں اکثر حصہ عرب کا پایۂ تخت ایران کے ماتحت تھا اور گو عرب کا ملک ایک ویرانہ سمجھ کر جس سے کچھ خراج حاصل نہیں ہو سکتا تھا چھوڑا گیا تھا مگر تاہم بگفتن وہ ملک اسی سلطنت کے ممالک محروسہ میں سے شمار کیا جاتا تھا لیکن سلطنت کی سیاست مدنی کا عرب پر کوئی دباؤ نہ تھا اور نہ وہ اس سلطنت کے سیاسی قانون کی حفاظت کے نیچے زندگی بسر کرتے تھے بلکہ بالکل آزاد تھے اور ایک جمہوری سلطنت کے رنگ میں ایک جماعت دوسروں پر امن اور عدل اپنی قوم میں قائم رکھنے کے لئے حکومت کرتی تھی جن میں سے بعض کی رائے کو سب سے زیادہ نفاذ احکام میں عزّت دی جاتی تھی اور اُن کی ایک رائے کسی قدر جماعت کی رائے کے ہم پلّہ سمجھی جاتی تھی۔ سو بد قسمتی سے کسریٰ کو اس اشتعال کا یہ بھی باعث ہوا کہ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رعایا میں سے ایک شخص سمجھا لیکن اس معجزہ کے بعد جس کا ذِکر متن میں کیا گیا ہے قطعی طور پر حکومت فارس کے تعلقات ملک عرب سے علیحدہ ہو گئے اُس وقت تک کہ وہ تمام مُلک اِسلام کے قبضہ میں آ گیا**"۔ (تریاق القلوب۔ روحانی خزائن۔ جلد 15 حاشیہ صفحہ 376)

ذیل میں ظہور اسلام سے قبل عرب میں مشہور قبائل اور ریاستوں کا ذکر کرنا مناسب ہے تا کہ معلوم ہو کہ عرب کس طرح قبائل و اقوام میں بٹا ہوا تھا۔ جس کا اپنا کوئی مرکزی نظام یا شریعت نہ تھی۔

<u>غسان</u>۔ عرب کے شمال میں ایک ریاست تھی جسکے باشندے مذہباً عیسائی تھے لیکن نسلاً عرب تھے۔ یہ در اصل رومی حکومت کے تحت تھے۔ عرب میں عیسائیت بھی سب سے پہلے غسان میں داخل ہوئی۔ (عربستان میں مسیحیت از پادری سلطان محمد پال پروفیسر کرسچن کالج لاہور، شائع کردہ پنجاب ریلیجیس بُک سوسائیٹی، انارکلی، لاہور، مطبع اتحاد پریس لاہور پاکستان، صفحہ۔ 37)

<u>یمن</u> ۔ عرب کے جنوب میں یمن کا علاقہ تھا اس میں عیسائی اور مشرک قبائل آباد تھے یمن کے مشرکین کی حمایت بالعموم فارس کے ساتھ تھی اور عیسایوں کی حمایت روم اور حبشہ کے ساتھ تھی۔ دور رسالت میں یمن کے اکثر حصہ پر ایران کی حکومت تھی ایران کی طرف سے بازان نامی گورنر مقرر تھا۔

<u>نجران</u>۔ نجران کا علاقہ بھی کے عرب جنوب میں یمن کے قریب ہی تھا اس علاقے میں عیسایت کا زور تھا روم کے پوپ کی طرف سے یہاں بشپ اور آرچ بشپ بھی مقرر ہوتے تھے۔

<u>بحرین</u>۔ عرب کے مشرق میں بحرین کا علاقہ ہے۔ یہاں اس وقت ایران کی حکومت تھی یہاں کے مشہور قبائل عبدالقیس، بکر بن وائل، اور تمیم تھے۔

<u>قبائل غطفان</u> ۔ عرب کے وسط یعنی نجد کے علاقہ میں غطفانی قبائل آباد تھے۔ یہ قبائل اشجع، مروہ، فزارہ، کعب اور کلاب وغیرہ قابل ذکر تھے۔ یہ اندرونی طور پر آزاد تھے لیکن بیرونی معاملات میں بوقت ضرورت متحد ہو جایا کرتے تھے۔

خیبر و فدک۔ مدینہ کے شمال مشرق میں خیبر اور فدک کا علاقہ تھا۔ اس علاقہ یہود آباد تھے۔ یہاں یہود نے مضبوط قلعے بنا رکھے تھے۔

اوس و خزرج۔ مدینہ میں دو مشہور مشرک قبائل آباد تھے۔ اوس و خزرج۔ ان دونوں قبائل کی آپس میں شدید دشمنی تھی۔ اور کئی جنگیں کر چکے تھے۔ انکی آخری جنگ نبوت کے تیرھویں سال ہوئی۔ قبائل عرب میں سب سے پہلے اسلام انہی قبائل نے قبول کیا اور اانصار کہلائے۔

مدینہ کے یہودی قبائل۔ مدینہ میں تین یہودی قبائل آباد تھے۔ بنو قینقاع، بنو نضیر، اور بنو قریظہ۔

قریش مکہ۔ عرب کا سب سے مشہور قبیلہ قریش تھا جو مکہ اور اسکے ارد گرد آباد تھا۔ قریش قبیلہ کعبہ کی تولیت کی وجہ سے عرب کا سب سے معزز قبیلہ تھا۔ خاص نسل اسماعیلؑ میں سے تھا۔ قریش اندرونی تقسیم در تقسیم کا بھی شکار ہو چکا تھا۔

یہ چند قبائل کا ذکر ہے لیکن اسکے علاوہ بھی بیسیوں قبائل آباد تھے۔ الغرض جزیرہ نما عرب مختلف اقوام اور قبائل اور مذاہب اور تمدنوں اور رواجوں کا ایک تیر تھ بنا ہوا تھا۔ جہاں کوئی مرکزی حکومت نہ تھی۔ لیکن مجموعی طور پر ایران عرب کو ایران کا ایک محروسہ علاقہ سمجھا جاتا تھا۔

اخلاقی حالت

ظہور اسلام سے قبل عرب کی بلکہ تمام ممالک کی اخلاقی حالت بہت گری ہوئی تھی۔ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس بارے میں بھی بڑی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ تا معلوم ہو کہ کس تاریکی سے نکال کر انکو روشنی کے مینار بنا دیا گیا۔

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ **"تواریخ صاف بتاتی ہے اور فرقان مجید کے کئی مقامات میں کہ جن کا انشاء اللہ فصل اول میں ذکر ہوگا بوضاحت تمام وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں مبعوث ہوئے تھے کہ جب تمام دنیا میں شرک اور گمراہی اور مخلوق پرستی پھیل چکی تھی۔ اور تمام لوگوں نے اصول حقہ کو چھوڑ دیا تھا اور صراط مستقیم کو بھول بھلا کر ہر یک فرقہ نے الگ الگ بدعتوں کا راستہ لے لیا تھا۔ عرب میں بت پرستی کا نہایت زور تھا۔ فارس میں آتش پرستی کا بازار گرم تھا۔ ہند میں علاوہ بت پرستی کے اور صدہا طرح کی مخلوق پرستی پھیل گئی تھی اور انہیں دنوں میں کئی پوران اور پستک کہ جن کے رو سے بیسیوں خدا کے بندے خدا بنائے گئے اور اوتار پرستی کی بنیاد ڈالی گئی۔ تصنیف ہو چکی تھی اور بقول پادری بورٹ ا صاحب اور کئی فاضل انگریزوں کے ان دنوں میں عیسائی مذہب سے زیادہ اور کوئی مذہب خراب نہ تھا اور پادری لوگوں کی بد چلنی اور بد اعتقادی سے مذہب عیسوی پر ایک سخت دھبہ لگ چکا تھا۔ اور مسیحی عقائد میں نہ ایک نہ دو بلکہ کئی چیزوں نے خدا کا منصب لے لیا تھا"۔**

(براہین احمدیہ۔ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 113-112 حاشیہ 1)

"اور ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں مبعوث ہوئے تھے۔ جبکہ دنیا ہر ایک پہلو سے خراب اور تباہ ہو چکی تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الروم ۴۲) یعنی جنگل بھی بگڑ گئے اور دریا بھی بگڑ گئے۔ یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جو اہل کتاب کہلاتے ہیں وہ بھی بگڑ گئے اور جو دوسرے لوگ ہیں جن کو الہام کا پانی نہیں ملا وہ بھی گئے ہیں۔ پس قرآن شریف کا کام دراصل مُردوں کو زندہ کرنا تھا۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (الحدید ۱۸) یعنی یہ بات جان لو کہ اب اللہ تعالیٰ نئے سرے سے زمین کو بعد اس کے مرنے کے زندہ کرنے لگا ہے۔ اس زمانہ میں عرب کا حال نہایت درجہ کی وحشیانہ حالت تک پہنچا ہوا تھا اور کوئی نظام انسانیت کا ان میں باقی نہیں رہا تھا اور تمام معاصی ان کی نظر میں فخر کی جگہ تھے۔ ایک ایک شخص صدہا بیویاں کر لیتا تھا۔ حرام کا کھانا ان کے نزدیک ایک شکار تھا۔ ماؤں کے ساتھ نکاح کرنا حلال سمجھتے تھے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ کو کہنا پڑا۔ کہ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ یعنی آج مائیں تمہاری تم پر حرام ہو گئیں۔ ایسا ہی وہ مردار کھاتے تھے۔ آدم خور بھی تھے۔ دنیا کا کوئی بھی گناہ نہیں جو نہیں کرتے تھے۔ اکثر معاد سے منکر تھے۔ بہت سے ان میں سے خدا کے وجود کے بھی قائل نہ تھے۔ لڑکیوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کرتے تھے۔ یتیموں کو ہلاک کر کے ان کا مال کھاتے تھے۔ بظاہر تو انسان تھے مگر عقلیں مسلوب تھیں۔ نہ حیا تھی نہ شرم تھی نہ غیرت تھی۔ شراب کو پانی کی طرح پیتے تھے۔ جس کا زناکاری میں اول نمبر ہوتا تھا۔ وہی قوم کا رئیس کہلاتا تھا۔ بے علمی اس قدر تھی کہ اردگرد کی تمام قوموں نے ان کا نام اُمّی رکھ دیا تھا۔ ایسے وقت میں اور ایسی قوموں کی اصلاح کیلئے ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہر مکہ میں ظہور فرما ہوئے۔ پس وہ تین قسم کی اصلاحیں جن کا ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں۔ ان کا درحقیقت یہی زمانہ تھا"۔(اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 328۔329) سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ بالا ارشادات میں سے ظاہر ہے کہ ظہور اسلام سے پہلے عرب سمیت تمام دنیا شرک، بد اخلاقی اور بد رسومات اور ظالمانہ طریق پر قائم ہو چکی تھی۔ اسکے متعلق بہت ست سے ثبوت موجود ہیں۔ مثلا عرب ہی میں شرک کی یہ حالت تھی کہ ہر قبیلہ ہر خاندان کا بلکہ ہر شخص کا اپنا بت تھا۔ عرب کے بعض بت بہت مشہور تھے جنکے نام کی عرب قسمیں کھاتے تھے، اور پر چڑھاوے چڑھاتے تھے۔ کتب تاریخ میں عرب کے مشہور بتوں کے نام بھی درج ہیں۔

نام بُت	مقام	پجاری قبائل
لات	طائف	ثقیف، ہوازن
عزیٰ	مکہ	قریش، کنانہ
منات	مدینہ	اوس، خزرج
ودّ	دومۃ الجندل	کلب
سُواع	مدینہ	ہذیل
یغوث	مدینہ	مزحج
یعُوق	یمن	ھمدان

(سیرت النبی ﷺ لابن ہشام، ناشر مصطفی محمد، مکتبہ التجاریہ مصر، جلد 1 صفحہ 55، اصنام عرب)

خانہ کعبہ میں 365 بُت نصب تھے اور ان بتوں کا سردار ھبل تھا (تاریخ الامم والملوک لمحمد ابن جریر الطبری۔ جلد 2۔ صفحہ 85 زیر عنوان خانہ کعبہ کے بت) بیان کیا جاتا ہے عرب میں بت پرستی کی ابتدا ایک شخص لحیّ بن عمرو نے کی۔ جب وہ ایک تجارتی سفر سے واپسی پر شام سے بُت لے آیا اور یہ بُت اس نے خانہ کعبہ میں رکھ دیا۔ رفتہ رفتہ اور لوگ بھی بت لا کر کعبہ میں رکھتے گئے اور اس طرح بالآخر تمام عرب میں بت پرستی پھیل گئی۔ (سیرت النبی ﷺ لابن ہشام جلد ا صفحہ 57۔ اول من اتی باصنام) یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ بُت پرستی کی ابتدا اسطرح ہوئی کہ جو لوگ حج کی غرض سے آتے تھے وہ واپسی پر کعبہ کے پتھر عقیدت کے طور پر ساتھ لے جاتے تھے یہ عقیدت بگڑتے بگڑتے بت پرستی پر منتج ہوئی۔۔ (معجم البلدان از الشیخ الامام شہاب الدین ابی عبد اللہ الحموی الرومی البغدادی، دار صادر بیروت لبنان 1399ھ۔ جلد 5۔ صفحہ 204 ذکر منات۔)

اسی طرح مشہور کتاب تمدن عرب میں لکھا ہے کہ **"عربستان میں ایک عبادتگاہ تھی جس کا نام کعبہ تھا اور جسکی تعمیر از روئے روایات حضرت ابراہیمؑ نے کی تھی یہ کعبہ کل عرب کی نظروں میں ایک متبرک مقام تھا اور بہت زمانے سے یہاں حج ہوا کرتا تھا۔ لیکن حقیقت میں کعبہ عربستان کے دیوتاوں کا مندر تھا اور محمد کے زمانے میں یہاں 365 بت موجود تھے اور بقول اکثر مورخین عرب اس میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت مریمؑ اور دیگر انبیاءؑ کی مُورتیں بھی تھیں۔ (تمدن عرب۔ گستاولی بان"**۔ اردو ترجمہ از امیر علی۔ صفحہ 199۔ شائع کردہ مقبول اکیڈمی لاہور۔ مطبع شیخ پرنٹرز، لاہور)

تاریخ اسلام و سیرت النبی ﷺ کی کتب اور کتب حدیث و اسماء الرجال میں بھی عرب کی اخلاقی بد حالی کے متعلق بہت کچھ بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً لکھا ہے کہ بے شرمی اس حد تک تھی کہ کعبہ میں بھی برہنہ حج کرتے تھے۔ (سیرت الحلبیہ۔ جلد ۳۔ صفحہ 199۔ ذکر حج) غسل یا طہارت کے وقت پردے کا کوئی خیال نہ کرتے تھے۔ (سنن النسائی۔ باب الاستثناء عند الغسل) شعر و غزل کی محفلوں میں کھلے عام زنا کے قصے بیان کرنا عام بات تھی۔ نکاح و شادی کے بعض بہت بے شرمی کے رواج تھے جن بعض اوقات ایک عورت بیکوقت کئی آدمیوں سے صحبت کرتی تھی۔ (بخاری کتاب النکاح)

اسی طرح ایک مورخ لکھتا ہے:

The Ayyam al Arab were intertribal hostilities generally arising from disputes over cattle, pasture lands or springs. They afforded ample opportunity for plundering andraiding, for the manifestation of single –handed deeds of heroism by the champions the contending tribes and for the exchange of vitriolic satires on the part of the poets. The Spokesmen of the warring parties, though always ready for a fight the Bedouin was not necessarily eager to be killed. His encounters therefore, were not

as sanguinary as there accounts would lead one to believe. Nevertheless these Ayyam provided a safety valve for a possible over population in Bedouin land, whose inhabitant were normally in a condition of semi-starvation and to whom the fighting mood was a chronic state of mind. Through them vendetta became one of the strongest religio-social institutions in Bedouin life .(1)

(HISTORY OF THE ARABS- BY PHILIP K HITTI 4th edition, publisher and printers, Macmillan & Co Ltd, London, 1949, PAGE 88-89)

ایران اور ہند: عرب کی طرح ایران اور ہند بھی بت پرستی اور شرک سے بھرے پڑے تھے۔ جنکا ذکر سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے مذکورہ حوالہ میں کیا ہے جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کے ایران میں صدیوں پہلے مادہ پرستی رائج ہو چکی تھی۔ تیسری اور چوتھی صدی عیسوی میں ایران میں اشکانی خاندان حکمران تھا اس زمانہ مین بھی لوگ چاند، سورج اور ستاروں کی پرستش کرتے تھے،۔ آفتاب کو مہر کہتے تھے اور اسے کنبہ کا محافظ سمجھتے تھے۔ آفتاب طلوع ہوتا تو پرستش کے لئے گردنیں خم ہو جاتیں آفتاب کے نام پر قربانیاں اور نذر نیاز دیا کرتے تھے۔ (تاریخ ایران، از مقبول بیگ بدخشان ۔ جلد 1، ناشر سید امتیاز علی، مطبع شفیق پریس لاہور طبع اول 1967 ۔ صفحہ 310) ۔ ایران کی یہ بت پرستی آنحضرت ﷺ کے زمانہ تک عروج پر تھی۔ اس کا ایک ثبوت ان روایات میں بھی ملتا ہے جن میں حضرت سلمان فارسیؓ کے **متعلق بیان کیا گیا ہے کہ انکا خاندان مقدس آگ کی حفاظت پر مامور تھا۔ نیز** وہ روایات بھی اس کا ثبات ہیں جن مین بیان کیا گیا ہے کہ ولادت رسول اللہ ﷺ کے وقت ایران کی مقدس آگ جو صدیوں سے روشن تھی بجھ گئی (سیرت النبی ﷺ لابن ہشام جلد 1 صفحہ 296 اسلام سلمان فارسی)۔ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ہند کی بت پرستی کا بھی ذکر کیا ہے اس کے متعلق بھی بہت سے تاریخی ثبوت موجود ہیں کہ آنحضور ﷺ کے زمانہ بعثت سے عرصہ قبل ہند میں بت پرستی رائج ہو چکی تھی ستیارتھ پرکاش میں جین مت اور بت پرستی کے ضمن میں لکھا ہے **"بہت لوگوں نے جین مت قبول کیا لیکن وہ لوگ جو پہاڑی کاشی قنوج والے تھے انہوں نے جینیون کا مت قبول نہ کیا۔ وہ جین وید کے معنی نہ جان کر بیرونی پوپ لیلا کی بنیاد غلطی سے ویدوں پرمان کر ویدوں کی بھی مذمت کرنے لگے اسکے پڑھنے پڑھانے وغیرہ اور برہمچریہ وغیرہ اصولوں کو بھی تباہ کیا۔ جہاں جتنی کتابیں ویدوں وغیرہ کی پائیں انہیں تلف کیا۔ آریوں پر بہت سا حکومت کا زور بھی چلایا اور تکلیف دی۔ جب انکو خوف اور خطرہ نہ رہا تب اپنے مت والے گرہستی اور سادھوؤں کی عزت اور وید کے پیرو کی بے عزتی کرنے لگے۔ اور طرف داری سے سزا بھی دینے لگے۔ اور خود عیش و آرام اور غرور میں ہو پھول کر پھرنے لگے۔ شبھ دیر سے لیکر مہابیر تک اپنے تیرتھنکروں کے بڑے بڑے بت بنا کر پرستش کرنے لگے۔ یعنی پاشان وغیرہ مورتی کی بنیاد جینوں سے پھیلی پر میشر کا ماننا کم ہوا پتھر کی مورتی پوجا میں مصروف ہوگئے۔ ایسی تین سو برس تک آریہ ورت میں جینوں کی حکومت رہی۔ بہت لوگ وید کے حکم**

سے ناواقف ہوگئے۔ اس بات کو تقریباً اڑھائی ہزار برس گزرے ہوں گے"۔ (ستیارتھ پرکاش کا مستند اردو ترجمہ، مصنفہ مہرش سوامی دیانند سرسوتی، مترجم رادھا کشن، پبلشر لالہ کیشور رام، بار ششم، 2001 بکرمی، پرنٹرز لالہ کیشور رام پرنٹرز، لاہور۔ جین مت اور بت پرستی صفحہ 414-415)

یہود کی حالت یہود جو انبیاء کی اولاد اور اھل کتاب کہلاتے تھے انکی حالت بھی بہت خراب تھی انکے بارے بھی بڑی تفصیل کے ساتھ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے **"اور خود کسی تاریخ دان اور واقف حقیقت کو اس سے بے خبری نہیں ہوگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت تک ہر یک قوم کی ضلالت اور گمراہی کمال کے درجہ تک پہنچ چکی تھی اور کسی صداقت پر کامل طور پر ان کا قیام نہیں رہا تھا۔ چنانچہ اگر اول یہودیوں ہی کے حال پر نظر کریں تو ظاہر ہوگا کہ ان کو خدائے تعالیٰ کی ربوبیت تامہ میں بہت سے شک اور شبہات پیدا ہوگئے تھے اور انہوں نے ایک ذات رب العالمین پر کفایت نہ کر کے صدہا ارباب متفرقہ اپنے لئے بنا رکھے تھے یعنی مخلوق پرستی اور دیوتا پرستی کا بغایت درجہ ان میں بازار گرم تھا۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ حال قرآن شریف میں بیان کر کے فرمایا ہے۔** اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ **یعنی یہودیوں نے اپنے مولوی اور درویشوں کو کہ جو مخلوق اور غیر خدا ہیں، اپنے رب اور قاضی الحاجات ٹھہرا رکھے ہیں۔ اور نیز اکثروں کا یہودیوں میں سے بعض نیچریوں کی طرح یہ اعتقاد ہو گیا تھا کہ انتظام دنیا کا قوانین منضبط متعینہ پر چل رہا ہے اور اس قانون میں مختارانہ تصرف کرنے سے خدائے تعالیٰ قاصر اور عاجز ہے۔ گویا اس کے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے ہیں نہ اس قاعدہ کے برخلاف کچھ ایجاد کر سکتا ہے اور نہ فنا کر سکتا ہے بلکہ جب سے کہ اس نے اس عالم کا ایک خاص طور پر شیرازہ باندھ کر اس کی پیدائش سے فراغت پالی ہے تب سے یہ کل اپنے ہی پرزوں کی صلاحیت کی وجہ سے خود بخود چل رہی ہے اور رب العالمین کسی قسم کا تصرف اور دخل اس کل کے چلنے میں نہیں رکھتا۔ اور نہ اس کو اختیار ہے کہ اپنی مرضی کے موافق اور اپنی خوشنودی ناخوشنودی کے رو سے اپنی ربوبیت کو بہ تفاوت مراتب ظاہر کرے یا اپنے ارادۂ خاص سے کسی طور کا تغیر اور تبدل کرے بلکہ یہودی لوگ خدائے تعالیٰ کو جسمانی اور مجسم قرار دے کر عالم جسمانی کی طرح اور اس کا ایک جز سمجھتے ہیں۔ اور ان کی نظر ناقص میں یہ سمایا ہوا ہے کہ بہت سی باتیں کہ جو مخلوق پر جائز ہیں وہ خدا پر بھی جائز ہیں اور اس کو من کل الوجوہ منزہ خیال نہیں کرتے۔ اور ان کی توریت میں جو محرف اور مبدل ہے خدائے تعالیٰ کی نسبت کئی طور کی بے ادبیاں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ پیدائش کے ۳۲ باب میں لکھا ہے کہ خدائے تعالیٰ یعقوب سے تمام رات صبح تک کشتی لڑا گیا۔ اور اس پر غالب نہ ہوا اسی طرح برخلاف اس اصول کے کہ خدائے ہر یک مافی العالم کا رب ہے۔ بعض مردوں کو انہوں نے خدا کے بیٹے قرار دے رکھا ہے۔ اور کسی جگہ عورتوں کو خدا کی بیٹیاں لکھا گیا ہے اور کسی جگہ بیبل میں یہ بھی فرما دیا ہے کہ تم سب خدا ہی ہو۔ اور سچ تو یہ ہے کہ عیسائیوں نے بھی انہیں تعلیموں سے مخلوق پرستی کا سبق سیکھا ہے کیونکہ جب عیسائیوں نے معلوم کیا کہ بائیبل کی تعلیم بہت سے لوگوں کو خدا کے بیٹے اور خدا کی بیٹیاں بلکہ خدا ہی بناتی ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ آؤ ہم بھی اپنے ابن مریم کو انہیں میں داخل کریں تا وہ دوسرے بیٹوں سے کم نہ رہ جائے۔ اسی جہت سے خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ عیسائیوں نے ابن مریم کو ابن اللہ بنا کر کوئی نئی بات نہیں نکالی بلکہ پہلے بے ایمانوں اور مشرکوں کے قدم پر قدم مارا ہے۔ غرض حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہودیوں کی یہ حالت تھی کہ مخلوق پرستی بدرجہ غایت ان پر غالب آگئی**

تھی اور عقائد حقہ سے بہت دور جا پڑی تھی یہاں تک کہ بعض ان کے ہندوؤں کی طرح تناسخ کے بھی قائل تھے اور بعض جزا سزا کے قطعاً منکر تھے۔ اور بعض مجازات کو صرف دنیا میں محصور سمجھتے تھے اور قیامت کے قائل نہ تھے۔ اور بعض یونانیوں کے نقش قدم پر چل کر مادہ اور روحوں کو قدیم اور غیر مخلوق خیال کرتے تھے۔ اور بعض دہریوں کی طرح روح کو فانی سمجھتے تھے اور بعض کا فلسفیوں کی طرح یہ مذہب تھا کہ خدائے تعالیٰ رب العالمین اور مدبر بالارادہ نہیں ہے۔ غرض مجذوم کے بدن کی طرح تمام خیالات ان کے فاسد ہو گئے تھے اور خدائے تعالیٰ کی صفات کاملہ ربوبیت و رحمانیت و رحیمیت اور مالک یوم الدین ہونے پر اعتقاد نہیں رکھتے تھے نہ ان صفتوں کو اس کی ذات سے مخصوص سمجھتے تھے اور نہ ان صفتوں کا کامل طور پر خدائے تعالیٰ میں پایا جانا یقین رکھتے تھے بلکہ بہت سی بدگمانیاں اور بے ایمانیاں اور آلودگیاں ان کے اعتقادوں میں بھر گئی تھیں اور توریت کی تعلیم کو انہوں نے نہایت بدشکل چیز کی طرح بنا کر شرک اور بدی کی بدبو کو پھیلانا شروع کر رکھا تھا۔ پس وہ لوگ خدائے تعالیٰ کو جسمانی اور جسم قرار دینے میں اور اس کی ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیت وغیرہ صفات کے معطل جاننے میں اور ان صفتوں میں دوسری چیزوں کو شریک گردانںے میں اکثر مشرکین کے پیشوا اور سابقین اولین میں سے ہیں"۔(براہین احمدیہ۔ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 463 تا 466 حاشیہ نمبر 11) یہود کی اخلاقی ابتری کا ذکر قرآن اور بائبل میں صراحتاً موجود ہے مثلاً سورۃ البقرہ میں ہے کہ:وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ (بقرہ: 84)اور جب ہم نے بنی اسرائیل کا میثاق (اُن سے) لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرو گے اور والدین سے احسان کا سلوک کرو گے اور قریبی رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے بھی۔ اور لوگوں سے نیک بات کہا کرو اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ اس کے باوجود تم میں سے چند کے سوا تم سب (اس عہد سے) پھر گئے۔ اور تم اِعراض کرنے والے تھےوَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِمَّنْ خَلَقَ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ (المائدة:19)اور یہود اور نصاریٰ نے کہا کہ ہم اللہ کی اولاد ہیں اور اس کے محبوب ہیں۔ تو کہہ دے پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں کی وجہ سے عذاب کیوں دیتا ہے؟ نہیں، بلکہ تم ان میں سے جن کو اُس نے پیدا کیا محض بشر ہو۔ وہ جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے اور اس کی بھی جو اُن دونوں کے درمیان ہے اور آخر اسی کی طرف لَوٹ کر جانا ہے۔لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ (المائدہ 78)تُو کہہ دے اے اہلِ کتاب! تم اپنے دین میں ناحق مبالغہ آمیزی سے کام نہ لو اور ایسی قوم کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو پہلے گمراہ ہو چکے ہیں اور انہوں نے اور بھی بہتوں کو گمراہ کیا اور وہ متوازن راہ سے بھٹک گئے۔ یہود کی حالت پر حضرت عیسیٰؑ نے بھی بارہا افسوس کا اظہار کیا ہے اناجیل اس قسم کے بیانات سے بھری پڑی ہے جن میں حضرت عیسیٰؑ نے اس وقت کے یہودی فقیہوں اور عالموں کو انکی بدکرداری ک وجہ سے برا بھلا کہا۔ یہود مشرکوں کے پیشوا تھے

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے شرک کی ابتدا کرنے والے یہود ہی تھے۔ **"پس وہ لوگ خدائے تعالیٰ کو جسمانی اور جسم قرار دینے میں اور اس کی ربوبیت اور رحمانیتاوررحیمیت وغیرہ صفات کے معطل جاننے میں اور ان صفتوں میں دوسری چیزوں کو شریک گردانتے میں اکثر مشرکین کے پیشوااور سابقین اولین میں سے ہیں"**۔(براہین احمدیہ۔روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 466 حاشیہ نمبر 11) عیسائیوں کی حالت دنیا کی باقی اقوام ومذاہب کی طرح عیسائیت جسے ابھی صرف پانچ سو سال ہی ہوئے تھے پر بھی اخلاقی انحطاط کا دور تھا۔ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس بارے میں بھی ثابت شدہ حقائق کی بنا پر کئی نئے پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً عیسائیوں میں اخلاقی زوال کی وجوہات کیا تھیں اور بداخلاقی کی کیا حالت تھی اور اس کے اثرات دنیا پر کیا مرتب ہوئے۔

یہودیوں سے مذہب میں تحریف کا سبق لینا

جیسا کہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے یہود کے متعلق فرمایا ہے **"پس وہ لوگ خدائے تعالیٰ کو جسمانی اور جسم قرار دینے میں اور اس کی ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیت وغیرہ صفات کے معطل جاننے میں اور ان صفتوں میں دوسری چیزوں کو شریک گردانتے میں اکثر مشرکین کے پیشوا اور سابقین اولین میں سے ہیں"**۔(براہین احمدیہ۔روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 466 حاشیہ نمبر 11)

اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا کہ **"اور سچ تو یہ ہے کہ عیسائیوں نے بھی انہیں تعلیموں سے مخلوق پرستی کا سبق سیکھا ہے کیونکہ جب عیسائیوں نے معلوم کیا کہ بائیبل کی تعلیم بہت سے لوگوں کو خدا کے بیٹے اور خدا کی بیٹیاں بلکہ خدا ہی بناتی ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ آؤ ہم بھی اپنے ابن مریم کو انہیں میں داخل کریں تا وہ دوسرے بیٹوں سے کم نہ رہ جائے۔ اسی جہت سے خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ عیسائیوں نے ابن مریم کو ابن اللہ بنا کر کوئی نئی بات نہیں نکالی بلکہ پہلے بے ایمانوں اور مشرکوں کے قدم پر قدم مارا ہے"**۔(براہین احمدیہ۔روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 465 حاشیہ نمبر 11)

کفارہ کا عقیدہ بگاڑ کی اہم وجہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے **"اور جس قدر بدچلنی اور بداعمالی عربوں میں آئی تھی وہ در اصل عربوں کی ذاتی فطرت کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ ایک نہایت ناپاک اور بدچلن قوم ان میں آباد ہو گئی تھی اور ایک جھوٹے منصوبہ کفارہ پر بھروسہ کر کے ہر ایک گناہ کو شیر مادر کی طرح سمجھتی تھی"**۔(نور القرآن ا۔روحانی خزائن۔جلد 9۔حاشیہ صفحہ 341) **بدچلنی میں یہودی بڑھے ہوئے تھے یا عیسائی؟** تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات تو معلوم ہوتی ہے کہ یہود اور عیسائی دونوں ہی بدچلنیوں میں مبتلا ہو چکے تھے۔ لیکن اگر یہ موازنہ کیا جائے کہ کون اول نمبر پر تھا تو اس کے بارے سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ عیسائی بدچلنیوں میں سب سے بڑھے ہوئے تھے فرمایا **"بظاہر یہ فرق کرنا مشکل ہے کہ کیا اس زمانہ میں فسق وفجور اور ہر قسم کی بدچلنی میں یہود بڑھے ہوئے تھے یا عیسائی نمبر اول پر تھے۔ مگر ذرہ غور کرنے کے بعد معلوم ہو گا کہ در حقیقت عیسائی ہی ہر ایک بدکاری اور بدچلنی اور مشرکانہ عادات میں پیش دست تھے"**۔(نور القرآن ا۔روحانی خزائن۔جلد 9۔حاشیہ صفحہ 341)

اول نمبر کے بدکار ہونے کا سبب

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: "قرآن شریف نے جس قدر اپنے نزول کے زمانہ میں ان عیسائیوں وغیرہ کی بدچلنیاں بیان کی ہیں جو اس وقت موجود تھے۔ ان تمام قوموں نے خود اپنے منہ سے اقرار کر لیا تھا بلکہ بار بار اقرار کرتے تھے کہ وہ ضرور ان بدچلنیوں کے مرتکب ہو رہے ہیں اور عرب کی تاریخ دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ آباء و اجداد کے جن کو اللہ جلّ شانہٗ نے اپنے خاص فضل و کرم سے شرک اور دوسری بلاؤں سے بچائے رکھا باقی تمام لوگ عیسائیوں کے بد نمونہ کو دیکھ کر اور ان کی چال و چلن کی بد تاثیر سے متاثر ہو کر انواع اقسام کے قابل شرم گناہوں اور بدچلنیوں میں مبتلا ہو گئے تھے اور جس قدر بدچلنی اور بد اعمالی عربوں میں آئی وہ در حقیقت عربوں کی ذاتی فطرت کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ ایک نہایت ناپاک اور بدچلن قوم ان میں آباد ہو گئی جو ایک جھوٹے منصوبہ کفارہ پر بھروسہ کر کے ہر یک گناہ کو شیر مادر کی طرح سمجھتی تھی اور مخلوق پرستی اور شراب خواری اور ہر یک قسم کی بدکاری کو بڑے زور کے ساتھ دنیا میں پھیلا رہی تھی اور اول درجہ کی کذّاب اور دغاباز اور بد سرشت تھی۔ بظاہر یہ فرق کرنا مشکل ہے کہ کیا اس زمانہ میں فسق و فجور اور ہر یک قسم کی بدچلنی میں یہودی بڑھے ہوئے تھے یا عیسائی نمبر اول پر تھے۔ مگر ذرہ غور کرنے کے بعد معلوم ہو گا کہ در حقیقت عیسائی ہی ہر ایک بدکاری اور بدچلنی اور مشرکانہ عادات میں پیش دست تھے۔ کیونکہ یہودی لوگ متواتر ذلتوں اور کوفتوں سے کمزور ہو چکے تھے اور وہ شرارتیں جو ایک سفلہ آدمی اپنی طاقت اور دولت اور عروج قومی کو دیکھ کر کر سکتا ہے یا وہ بدچلنیاں جو کثرت دولت اور روپیہ پر موقوف ہیں۔ ایسے نالائق کاموں کا یہودیوں کو کم موقعہ ملتا تھا مگر عیسائیوں کا ستارہ ترقی پر تھا اور نئی دولت اور نئی حکومت ہر وقت انگشت دے رہی تھی کہ وہ تمام لوازمات ان میں پائے جائیں جو بدی کے مؤیدات پیدا ہونے سے قدرتی طور پر ہمیشہ پائی جاتی ہیں۔ پس یہی سبب ہے کہ اس زمانہ میں عیسائیوں کی بدچلنی اور ہر یک قسم کی بدکاری سب سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی اور یہ بات یہاں تک ایک مشہور واقع ہے کہ پادری فنڈل باوجود اپنے سخت تعصب کے اس کو چھپا نہیں سکا اور مجبور ہو کر اس زمانہ کے عیسائیوں کی بدچلنیوں کا میزان الحق میں اس کو اقرار کرنا ہی پڑا۔ مگر دوسرے انگریز مؤرخوں نے تو بڑی بسط سے ان کی بدچلنیوں کا مفصل حال لکھا ہے چنانچہ ان میں سے ایک ڈیون پورٹ صاحب کی کتاب ہے جو ترجمہ ہو کر اس ملک میں شائع ہو گئی ہے۔ غرض یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ اس زمانہ کے عیسائی اپنی نئی دولت اور حکومت اور کفارہ کی زہرناک تحریک سے تمام بدچلنیوں میں سب سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے۔ ہر یک نے اپنی فطرت اور طبیعت کے موافق جدا جدا بے اعتدالی اور معصیت کی راہیں اختیار کر رکھی تھیں اور ان کی دلیریوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے مذہب کی سچائی سے بالکل نومید ہو چکے تھے اور ایک چھپے ہوئے دہریہ تھے اور ان کی روحانیت کی اس وجہ سے بہت ہی بیخ کنی ہوئی کہ دنیا کے دروازے ان پر کھولے گئے اور انجیل کی تعلیم میں شراب کی کوئی ممانعت نہیں تھی۔ قمار بازی سے کوئی روک نہ تھی پس یہی تمام زہریں مل کر ان کا ستیاناس کر گئیں۔ صندوقوں میں دولت تھی ہاتھ میں حکومت تھی۔ شرابیں خود ایجاد کر لیں۔ پھر کیا تھا۔ اُمّ الخبائث کی تحریکوں سے سارے برے کام کرنے پڑے۔ یہ باتیں ہم نے اپنی فطرت سے نہیں کہیں۔ خود بڑے بڑے مؤرخ انگریزوں نے اس کی شہادتیں دی ہیں۔ اور اب بھی دے رہے ہیں بزرگ پادری باس ورتھ اور فاضل قسیس ٹیلر نے حال ہی کے زمانہ میں کس صفائی

سے انہیں باتوں پر لیکچر دیئے ہیں اور کس زور سے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ عیسائی مذہب کی قدیم بدچلنیوں نے اس کو ہلاک کر دیا ہے چنانچہ قوم کے فخر پادری باس ورتھ صاحب اپنے لیکچر میں بآواز بلند بیان کرتے ہیں کہ عیسائی قوم کے ساتھ تین لعنتیں لازم ملزوم ہو رہی ہیں جو اس کو ترقی سے روکتی ہیں۔ وہ کیا ہیں۔ زناکاری۔ شراب خواری۔ قمار بازی۔ غرض اس زمانہ میں سب سے زیادہ یہ عیسائیوں کا ہی حق تھا کہ وہ بدکاریوں کے میدانوں میں سب سے پہلے رہیں۔ کیونکہ دنیا میں انسان صرف تین وجہ سے گناہ سے رک سکتا ہے (۱) یہ کہ خدا تعالیٰ کا خوف ہو (۲) یہ کہ کثرت مال جو بدمعاشیوں کا ذریعہ ہے اس کی بلا سے بچے (۳) یہ کہ ضعیف اور عاجز ہو کر زندگی بسر کرے حکومت کا زور پیدا نہ ہو۔ مگر عیسائیوں کو ان تینوں روکوں سے فراغت ہو چکی تھی اور کفارہ کے مسئلہ نے گناہ پر دلیر کر دیا تھا اور دولت اور حکومت ظلم کرنے کے لئے معین ہو گئے تھے۔ پس چونکہ دنیا کی راحتیں اور نعمتیں اور دولتیں ان پر بہت وسیع ہو گئی تھیں اور ایک زبردست سلطنت کے وہ مالک بھی ہو گئے تھے اور پہلے اس سے ایک مدت تک فقر و فاقہ اور تکالیف شاقہ میں مبتلا رہ چکے تھے اس لئے دولت اور حکومت کو پا کر عجیب طوفان فسق و فجور ان میں ظاہر ہوا اور جس طرح پُرزور سیلاب آنے کے وقت بند ٹوٹ جاتا ہے اور پھر بند ٹوٹنے سے تمام اردگرد کھیتوں اور آبادی کی شامت آجاتی ہے اسی طرح ان دنوں میں وقوع میں آیا کہ جب عیسائیوں کو تمام اسباب شہوت رانی کے میسر آگئے۔ اور دولت اور قوت اور بادشاہت میں تمام دنیا کے طاقتوروں سے اول نمبر پر ہو گئے۔ تو جیسے ایک سفلہ آدمی فقر و فاقہ کا مارا ہوا دولت اور حکومت پا کر اپنے لچھن دکھلاتا ہے وہ سارے لچھن ان لوگوں نے دکھلائے اول وحشیوں اور سخت ظالموں کی طرح وہ خونریزیاں کیں اور ناحق بے موجب کئی لاکھ انسانوں کو قتل کیا اور وہ بے رحمیاں دکھلائیں جن سے بدن کانپ اٹھتا ہے اور پھر امن اور آزادی پا کر دن رات شراب خواری، زناکاری، قمار بازی میں شغل رکھنے لگے۔ چونکہ ان کی بدبختی سے کفارہ کی تعلیم نے پہلے ہی ان کو بدکاریوں پر دلیر کر دیا تھا اور صرف ستر بی بی از بے چادری کا مصداق تھی۔ اب جو کچھی بھی ان کے گھر میں آگئی تو پھر کیا تھا ہر یک بدکاری پر ایسے ٹوٹ پڑے جیسے ایک زور دار سیلاب اپنے چلنے کی ایک کھلی کھلی راہ پا کر زور سے چلتا ہے اور ملک پر ایسا بداثر ڈالا کہ غافل اور نادان عرب بھی انہیں کے بداثر سے پیسے گئے وہ تو اُمّی اور ناخواندہ تھے۔ جب انہوں نے اپنے اردگرد عیسائیوں کی بداعمالیوں کا طوفان پایا تو اس سے متاثر ہو گئے۔ یہ بات بڑی تحقیق سے ثابت ہوئی ہے کہ عربوں میں قمار بازی اور شراب خواری اور بدکاری عیسائیوں کے خزانہ سے آئی تھی اخطل عیسائی جو اس زمانہ میں ایک بڑا شاعر گذرا ہے۔ جس کا دیوان بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور حال میں بیروت میں ایک عیسائی گروہ نے بڑے اہتمام اور خوبصورتی سے وہ دیوان چھاپ کر جابجا شائع کیا ہے چنانچہ اس ملک میں بھی آگیا ہے اس دیوان میں کئی ایک شعر اس کی یادگار ہیں۔ جو اس کی اور اس وقت کے عیسائیوں کی اندرونی حالت کا نقشہ ظاہر کر رہے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے بان الشباب و ربما علّلتہ بالغانیات وبالشراب الاصھب یعنی جوانی مجھ سے جدا ہو گئی اور میں نے اس کے روکنے کے لئے کئی مرتبہ اور بہت دفعہ یہ حیلہ کیا ہے کہ خوبصورت عورتوں اور سرخ شراب کے ساتھ اپنا شغل رکھا ہے۔ اب اس شعر سے صاف ظاہر ہے کہ یہ شخص باوجود پیرانہ سالی اور عیسائیوں کا ایک بزرگ فاضل کہلانے کے پھر بھی زناکاری کی ایک خراب حالت میں مبتلا رہا اور زیادہ قابل شرم بات یہ کہ بڈھا ہو کر بھی بدکاری سے باز نہ آیا اور نہ صرف اسی پر بس کرتا تھا بلکہ شراب پینے کا بھی نہایت درجہ عادی تھا۔ اخطل کی لائف پر اطلاع رکھنے والے

اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ وہ اس زمانہ کی عیسائی قوم میں بہت ہی معزز اور علم اور فضیلت کی رو سے گویا ان میں صرف ایک ہی تھا اور اس کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف اس خیال کو جو کفارہ کے مسئلہ سے اس کو ملا تھا شاعرانہ لباس میں ادا کرتا بلکہ وہ پادریوں کا بھی منصب رکھتا تھا۔ اور جن گرجاؤں کا اس نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ یقین کیا جاتا ہے کہ وہ ان میں ایک پیشرو پادری کی حیثیت سے بلاناغہ جاتا تھا اور سب لوگ اسی کے نقش قدم پر چلتے تھے کیا اس زمانہ کے تمام عیسائیوں میں سے اس کے یگانہ روزگار ہونے میں یہ کافی دلیل نہیں کہ کروڑہا عیسائیوں اور پادریوں میں سے صرف وہی اس زمانہ کا ایک آدمی ہے جس کی یادگار تیرہ سو برس میں اس زمانہ میں پائی گئی غرض عیسائیوں میں سے صرف ایک اخطلی ہے جو پرانے عیسائیوں کے چال چلن کا نمونہ بطور یادگار چھوڑ گیا۔ اور نہ صرف اپنا ہی نمونہ بلکہ اس نے گواہی دے دی کہ اس وقت کے تمام عیسائیوں کا یہی حال تھا اور در حقیقت وہی چال چلن بطور سلسلہ تعامل کے اب تک یورپ میں چلا آتا ہے عیسائی مذہب کا پایہ تخت ملک کنعان تھا اور یورپ میں اسی ملک سے یہ مذہب پہنچا اور ساتھ ہی ان تمام خرابیوں کا تحفہ بھی ملا۔ غرض اخطلکا دیوان نہایت قدر کے لائق ہے جس نے اس وقت کے عیسائی چال چلن کا تمام پردہ کھول دیا اور تاریخ پتہ نہیں دے سکتی کہ اس زمانہ کے عیسائیوں میں سے کوئی اور بھی ایسا ہے جس کی کوئی تالیف عیسائیوں کے ہاتھ میں ہو۔ ہمیں اخطلکی سوانح پر نظر ڈالنے کے بعد ماننا پڑتا ہے کہ وہ انجیل سے بھی خوب واقف تھا کیونکہ اس نے اس وقت کے تمام عیسائیوں اور پادریوں سے خصوصیت کے ساتھ وہ علمیت اور قابلیت دکھلائی کہ اس وقت کے عیسائیوں اور پادریوں میں سے کوئی بھی دکھلا نہ سکا۔ بہر حال ہمیں ماننا ہی پڑا کہ وہ اس وقت کے عیسائیوں کا ایک منتخب نمونہ ہے۔ مگر ابھی آپ سن چکے ہیں کہ وہ اس بات کا اپنے منہ سے اقراری ہے کہ میں خوبصورت عورتوں اور عمدہ شراب کے ساتھ پیرانہ سالی کے ملال کو دفع کرتا ہوں۔ اور اس وقت کے شعراء کا بھی یہی محاورہ تھا کہ وہ اپنی بدکاریوں کو انہیں الفاظ سے ادا کرتے تھے اور وہ لوگ حال کے نادان شاعروں کی طرح صرف فرضی خیالات کی بندش نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی زندگی کے واقعات کا نقشہ کھینچ کر دکھلا دیتے تھے اسی وجہ سے ان کے دیوان محققوں کی نظر میں نکمے نہیں سمجھے گئے۔ بلکہ تاریخی کتب کا ان کو پورا مرتبہ دیا گیا ہے اور وہ پرانے زمانہ کے رسوم اور عادات اور جذبات اور خیالات کو کامل طور پر ظاہر کرتے ہیں اسی واسطے اہل اسلام نے جو علم دوست ہیں ان کے قصائد اور دیوانوں کو ضائع نہیں کیا تا کہ ہر زمانہ کے لوگ بچشم خود معلوم کر سکیں کہ اسلام سے پہلے عرب کا کیا حال تھا اور پھر اسلام کے بعد قادر خدا نے کس تقویٰ اور طہارت سے ان کو رنگین کر دیا"۔ (نورالقرآن ا۔ روحانی خزائن۔ جلد 9۔ حاشیہ صفحہ 341 تا344) مندرجہ بالا ارشادات میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے یہ تاریخی حقائق کی بنا پر یہ بات بیان فرمائی ہے کہ اسلام کے ظہور سے قبل عیسائی برائیوں میں تمام اقوام سے آگے بڑھے ہوئے تھے بلکہ تمام دنیا میں برائیوں کی اشاعت کرنے والے بھی عیسائی ہی تھے اسکی وجہ آپؑ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ چونکہ وہ عیسائیوں کی ترقی اور عروج کا زمانہ تھا اور ہر قسم کی برائی تک انکی رسائی ممکن تھی۔ جبکہ باقی اقوام کو لغویات میں میں مبتلا ہونے کی ایسی کھلی مہلت نہ تھی۔ جیسا پادری کینن نے بھی لکھا ہے۔ عیسائیوں کے عروج کا زمانہ تیسری صدی عیسوی سے شروع ہوتا ہے (تاریخ مسیحی کلیسیا ۳۲۳ سنہ تا ۶۰۰ سنہ از پادری کینن صفحہ 168 باب 14) جغرافیائی لحاظ سے عربوں کے ہمسایہ ہونے کے ناطے عیسائیوں اور عربوں کے تجارتی تعلقات قائم تھے۔ عرب سے شام کی تجارت ایک مشہور واقعہ ہے۔ ان دیرینہ

تجارتی تعلقات کا نتیجہ تھا کہ شام وغیرہ سے عیسائیوں کا کلچر بھی عرب میں سرایت کرنے لگا۔ نیز بہت سے عیسائی عرب میں آکر آباد بھی ہو گئے تھے ۔مثلاً غسان اور نجران کے علاقے تو خاص عیسائیوں کے مرکز تھے ۔ مورخین بیان کرتے ہیں کہ اسلام سے چار صدیاں پہلے عرب میں عیسائی غسان کے راستے اثر ڈالنا شروع کر چکے تھے۔

مشہور مورخ Philip K Hitti لکھتا ہے

Such an influence as the Nestorians of al-Hirah had on the Arabs of the Persian border was exerted by the Monophysites of Ghassanland upon the people of Hijaz for four centuries prior to Islam these Syrianized Arabs had been bringing the Arab world into touch not only with Syria but also with Byzantium. Such personals names as Dawud (David), Sulayman (Solomon), Isa (Jesus) were not uncommon among the pre Islamic Arabians

(HISTORY OF THE ARABS BY PHILIP K HITTI ,PAGE 106)

اسی طرح ایک عیسائی پادری سلطان محمد پال لکھتا ہے "**حضور مسیح کے آسمان پر صعود فرمانے کے تھوڑی مدت بعد عربستان کے مغربی گوشہ شام کی طرف سے مسیحی مذہب عرب میں داخل ہوا یونانی اور سریانی مورخین اور ان کے بعد مسلمان مورخین کی شہادت سے ثابت ہے کہ مسیحی مذہب اول اول حوران کے پایہ تخت ئینی بصرٰی میں داخل ہوا**"۔(عربستان میں مسیحیت از پادری سلطان محمد پال عربستان میں مسیحیت از پادری سلطان محمد پال پروفیسر کرسچن کالج لاہور، شائع کردہ پنجاب ریلیجیس بک سوسائیٹی، انار کلی،لاہور، مطبع اتحاد پریس لاہور پاکستان ۔صفحہ 39)عیسائی مورخین کی مذکورہ بالا تحریرات سے سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ جس زمانہ میں آنحضور ﷺ مبعوث ہوئے اس سے عرصہ قبل ہی عرب میں عیسائیت نے اثرات مرتب کرنے شروع کر دئے ہوئے تھے۔ اب یہ دیکھتے ہیں کہ اسوقت کے عیسائیوں کی حالت کیا تھی اگر تو وہ نیک تھے تو انکا اثر بھی نیک ہی ہو گا اور اگر وہ بد کرداری میں بڑھ چکے تھے تو انہوں نے عرب میں بھی وہ ہی اثرات مرتب کرنے تھے۔ اور تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ عیسائی اپنے اپنے عروج کے تھوڑا عرصہ بعد ہی کئی قسم کی برائیوں میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اس بات کا اقرار کئی عیسائیوں نے کیا ہے۔ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بھی انہی عیسائیوں کے چند حوالے نمونہ کے طور پر پیش فرمائے ہیں۔ ذیل میں چند حوالے پیش ہیں جن میں خود عیسائیوں نے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔ پادری ڈبلیو کینن پی ہیرس اپنی کتاب تواریخ مسیحی کلیسا لکھتا ہے۔" **ہمارا خداوند یسوع مسیح اس لئے دنیا میں آیا کہ تاریک ممالک کو منور کرے۔ جو اقوام اندھیرے میں پڑی ہیں ان کو نور میں لائے۔ توہمات اور بد رسومات سے چھڑائے۔ جہاں کہین خدا کی جلالی انجیل پورے طور پر سمجھی اور مانی گئی وہیں لوگ ایسی بیہودگیوں سے آزاد ہو گئے۔ لیکن جہاں کہیں انسانی روایات نے انجیل کی روایات پر پردہ ڈالا اور کلیسیا دنیا مزاج کی ہو گئی وہیں**

توہمات بڑھتے گئے اور انسان اپنے ہی وہموں کے غلام بن گئے پہلی صدیوں مین کلیسیا تمام بد رسومات اور ہر طرح کے توہمات سے پاک تھی اس لئے انجیل پورے سادہ ایمان سے مانی گئی لین جب کہ بہت سے نالائق اشخاص کلیسیا میں گھس گئے اور خادمان دین کا سادہ طرز رہائش جاتا رہا اور سلطنت سے تعلق پیدا ہو گیا دنیاداری اور خودی بڑھ گئی تو انجیل کی سچائی کا اثر بہت کم ہو گیا توہمات بڑھ گئے اور مختلف رسومات کلیسیا میں داخل ہوئیں۔ مونٹن ازم ،نودیش ازم اور درویشی فرقے اس لئے ہیدا ہو گئے کہ کلیسیا کی روحانی زندگی کا معیار بھی بہت ہی کم ہو گیا"۔ سیپرین(Cyprian) کا یہ خیال تھا کہ ڈینش(Danish) کی عالمگیر ایزارسانی اس واسطے ہوئی کہ تیس ۳۰(تیس) سال کے آرام سے کلیسیا کی روحانی حالت بہت بگڑ گئی تھی۔ ایسی کہ بیان کرتے شرم آتی ہے۔ مسیحی بتخانوں میں جاکر نمازیں کرانے لگ گئے۔ دیوتاوں کے کئے پریسٹ کا کام بھی شروع کر دیا۔ رومی دیوتاوں کی قربانیوں میں بھی شریک ہونے لگ گئے۔ مسیحی عورتوں نے پجاریوں سے شادیاں کیں، ناپاکی بہت بڑھ گئی بشپوں اور خادمان دین نے تجارت شروع کر دی ان حالات کو دیکھ کر کوئی تعجب نہیں کہ کلیسیا میں بد رسومات اور توہمات گھس آئے ہوں ایسی رسومات اور توہمات کا آغاز یوں ہوا کہ دوسری صدی میں مسیحی شہدا کی عزت حد سے زیادہ ہونے لگی۔ ایسے مقدسوں کی عزت و حرمت تو واجب ہے لیکن یہ عزت اس درجہ تک جا پہنچی کہ پرستش ہونے لگی گویا خدا کا حق شہیدوں کو ملنے لگ گیا، شہدا کے مزاروں پر عبادتین ہونے لگیں، جہاں وہ شہید ہوئے وہیں گرجے بن گئے رفتہ رفتہ شہدا کو وہی درجہ ملنے لگا جو بت پرستوں میں دیوتاوں اور قوم کے بہادروں کو ملتا ہے، ان سے دعائیں مانگنا، خدا کے حضور ان کی سفارشوں کے خواستگار ہونا، شہدا کے تبرکات جیسے ہڈی کے ٹکڑے بال کپڑوں کے ٹکڑے بطور تعویز استعمال ہونے لگے۔ گب ایسے تبرکات کی قدر ہونے لگی تو جعلی تبرکات بننے شروع ہو گئے۔ درویشوں خادمان دین نے ایسی چیزوں کی تجارت شروع کر دی۔ اور یہ بھی شہرت ہونے لگی کہ ان سے معجزات بھی سرزد ہوتے ہیں شہدا کی جائے ہیدائش اور رہائش وغیرہ زیارت گاہیں بن گئیں۔۔۔ چوتھی صدی میں مقدسہ مریم کی پرستش شروع ہو گئی ،پانچویں صدی میں یوٹیکن اور نسٹورین مباحثوں میں یہ پرستش اور بھی عروج پا گئی۔ پہلی تین صدیوں میں اس کا کہیں ذکر تک نہیں پایا جاتا۔ چھٹی صدی میں مقدسہ مریم اور اس کی گود میں میں بچے کی تصویریں گرجوں میں لگنی شروع ہو گئیں۔ شروع میں نیت تو اچھی تھی کہ ایسی تصاویر سے جاہل تعلیم حاصل کریں مگر رفتہ رفتہ ان تصویروں کے آگے سجدہ ہونے لگا۔ پہلے پہل پیٹر انطاکیہ کے پیٹریارک نے مقدسہ مریم کا نام کلیسیا کی نماز کی کتاب مین درج کیا۔ اس وقت سے اس بات کی قدرومنزلت یہاں تک بڑھ گئی کہ ساتویں صدی میں محمد صاحب نے سمجھا کہ ثالوث مقدس جنکی پرستش مسیحی کرتے ہیں وہ باپ بیٹا اور مقدسہ مریم ہیں۔ کنواری مریم کی پرستش کے ساتھ ساتھ مقدسوں اور فرشتوں کی پرستش بھی شروع ہو گئی۔ جن سے خدا کے حضور سفارش کی درخواست کی جاتی تھی کہ خطرات سے محفوظ رکھیں۔ پانچویں صدی میں ان کی تصاویر گرجاوں میں لگائی گئیں۔ انکے سامنے بتیاں جلانا، بخور جلانا اور ان کا بوسہ دینا، آخر کار پرستش ہونے لگ گئی۔ کلیسیا کے اکثر بزرگوں نے اایسی رسومات اور توہمات کی مخالفت کی۔ چنانچہ سیپرین(Cyprian) نے اس بات پر زور دیا کہ شہیدان کار تھج کی عزت حد سے زیادہ نہ کرنی چاہئے۔ نیسیہ کے گریگوری(Gregory of Nyssa) اور جیروم(Jerome) نے تیر تھ گاھوں کی بڑی مخالفت کی۔ ویلنٹینین (valentinian) نے مقدس مرحوموں کی پرستش ناجائز قرار دی۔ ہیلویڈیس (HELVIDIUS) نے

مقدس مریم کی پرستش کی سخت مخالفت کی ان کے علاوہ اوروں نے بھی ان توہمات کے بارے بہت کچھ کہاسنا۔ لیکن کسی نے بھی ان کے حال پکار کی پروانہ کی۔ مشرقی کلیساوں میں بت پرستی بہت بڑھ گئی چنانچہ ساتویں صدی میں محمدی حملوں سے کسی قدر اس کی صفائی بھی ہوئی چوتھی صدی خادمان دین کے تجرد کا خیال پیدا ہوا کہ ان کی شادی نہیں کرنی چاہیئے راہب خانوں اور درویشوں کا میلان اس طرف زیادہ ہو گیا۔۔۔ مشرق میں تو اس کی بہت پابندی نہ ہوئی مگر مغرب میں اس کا قانون بن گیا۔ اس قاعدے سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوئیں۔۔۔ تیسری صدی میں پریسٹ کے سامنے گناہوں کے اقرار کی رسم جاری ہوئی۔۔۔ رفتہ رفتہ یہ اقرار (کونفیشن) ایک قانون بن گیا۔ اور خیال ہونے لگا کہ ایسے اقراروں کے بغیر گناہوں کی معافی نہین ہوتی ایسے اقرارات سے کئی قسم کی خرابیاں پیدیاں ہونے لگیں"۔ (تاریخ مسیحی کلیسیا 33 تا 600 عیسوی۔ از پادری کینن ڈبلیو پی ہیرس صفحہ 267 تا 301۔ کرسچین نالج سوسائیٹی انارکلی لاہور۔ ایڈیشن 2۔ 1939)

چوتھی اور پانچویں صدی عیسویں میں Spain میں گاتھ قوم حکمران تھی۔ ان کا مذہب عیسائیت تھا اور رومی حکومت کا ہی ایک حصہ سمجھی جاتی تھی اس قوم کے سرداروں اور پادریوں کی عیاشیوں اور بدکرداریوں اور مظالم کا ذکر متعدد کتب میں مذکور ہے، مثلاً Edward Gibb نے اپنی کتاب The Decline and Fall of RomanEmpire کے باب 18 میں بڑی تفصیل سے کیا ہے۔ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جس شخص اخطل عیسائی کا ذکر کیا ہے اس کے متعلق بڑی تفصیل سے مختلف کتب میں بیان کیا گیا ہے۔ دلچسپی رکھنے والے اس کا مکمل تعارف اردو دائرہ معارف اسلامی۔ زیر لفظ اخطل۔ جلد 1 صفحہ 181 تا 183 دیکھ سکتے ہیں

.**نیک راہب** عرب کے اہل کتاب میں بعض نیک راہب بھی تھے جن میں سے کچھ الہام اور کشوف میں سے بھی حصہ پاتے تھے۔ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے تاریخ میں مذکور ان نیک راہبوں کا بھی ذکر اپنی تحریرات میں فرمایا ہے جیسا کہ ایک جگہ فرمایا۔ **"جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت ہزاروں راہب ملہم اور اہل کشف تھے اور نبی آخر الزمان کے قرب ظہور کی بشارت سنایا کرتے تھے لیکن جب انہوں نے امام الزمان کو جو خاتم الانبیاء تھے قبول نہ نہ کیا تو خدا کے غضب کے صاعقہ نے ان کو ہلاک کر دیا اور ان کے تعلقات خدا تعالیٰ سے بکلی ٹوٹ گئے اور جو کچھ ان کے بارے میں قرآن شریف میں لکھا گیا اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ وہی ہیں جن کے حق میں قرآن شریف میں فرمایا گیا کَانُوا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُونَ اس آیت کے یہی معنے ہیں کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ سے نصرت دین کیلیئے مدد مانگا کرتے تھے اور ان کو الہام اور کشف ہوتا تھا اگرچہ وہ یہودی جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی تھی خدا تعالیٰ کی نظر سے گر گئے تھے لیکن جب عیسائی مذہب بوجہ مخلوق پرستی کے مر گیا اور اس میں حقیقت اور نورانیت نہ رہی تو اس وقت کے یہود اس گناہ سے بری ہو گئے کہ وہ عیسائی کیوں نہیں ہوتے تب ان میں دوبارہ نورانیت پیدا ہوئی اور اکثر ان میں سے صاحب الہام اور صاحب کشف پیدا ہونے لگے اور ان کے راہبوں میں اچھے اچھے حالات کے لوگ تھے اور وہ ہمیشہ اس**

بات کا الہام پاتے تھے کہ نبی آخر زمان اور امام دوران جلد پیدا ہو گا اور اسی وجہ سے بعض ربانی علماء خدا تعالیٰ سے الہام پا کر ملک عرب میں آ رہے تھے اور ان کے بچہ بچہ کو خبر تھی کہ عنقریب آسمان سے ایک نیا سلسلہ قائم کیا جائے گا۔ یہی معنے اس آیت کے ہیں کہ یَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ یعنی اس نبی کو وہ ایسی صفائی سے پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنے بچوں کو۔ مگر جب کہ وہ نبی موعود اس پر خدا کا سلام ظاہر ہو گیا۔ تب خود بینی اور تعصب نے اکثر راہبوں کو ہلاک کر دیا اور ان کے دل سیہ ہو گئے۔ مگر بعض سعادتمند مسلمان ہو گئے اور ان کا اسلام اچھا ہوا پس یہ ڈرنے کا مقام ہے اور سخت ڈرنے کا مقام ہے خدا تعالیٰ کسی مومن کی بلعم کی طرح بدعاقبت نہ کرے۔ الٰہی تو اس امت کو فتنوں سے بچا اور یہودیوں کی نظریں ان سے دور رکھ۔ آمین ثم آمین"۔ (ضرورت الامام۔ روحانی خزائن، جلد 13 صفحہ 475، 476) قرآن کریم اور احادیث نیز کتب تاریخ و سیرت سے یہ بات بالبداہت ثابت شدہ ہے کہ اسلام کے ظہور کے زمانہ تک اہل کتاب میں بعض نیک راہب موجود تھے ان میں سے کچھ صاحب الہام بھی تھے اور کچھ نے اسلام بھی قبول کیا۔ مثلاً قرآن کریم میں سورۃ البقرہ آیت 147، آل عمران آیت 76، المائدہ آیت 84,83۔ میں اس قسم کے نیک راہبوں کا ذکر موجود ہے۔ اسی طرح آنحضور ﷺ کے بچپن کے میں شام کی طرف ایک سفر میں بحیرا نامی عیسائی راہب سے ملاقات اور اس کے کشوف کا بھی ذکر ملتا ہے (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ا زیر عنوان سفرہ الی الشام) ورقہ بن نوفل بھی اسی قسم کے راہبوں میں شمار ہوتا ہے۔ جس کا ذکر تاریخ اسلام کی تمام کتب میں موجود ہے۔ اختتام سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ایک نہایت پر معارف ارشاد سے کرتا ہوں جس میں آپؑ نے دنیا کی اس حالت کو آنحضور ﷺ کی صداقت کی ایک بیّن دلیل قرار دیا ہے۔ فرمایا کہ "پس آنحضرت کا ایسی عام گمراہی کے وقت میں مبعوث ہونا کہ جب خود حالت موجودہ زمانہ کی ایک بزرگ معالج اور مصلح کو چاہتی تھی اور ہدایت ربانی کی کمال ضرورت تھی۔ اور پھر ظہور فرما کر ایک عالم کو توحید اور اعمال صالحہ سے منور کرنا اور شرک اور مخلوق پرستی کا جو اُمّ الشرُور ہے قلع قمع فرمانا اس بات پر صاف دلیل ہے کہ آنحضرتؐ خدا کے سچے رسولؐ اور سب رسولوں سے افضل تھے۔ سچا ہونا ان کا تو اس سے ثابت ہے کہ اس عام ضلالت کے زمانہ میں قانون قدرت ایک سچے ہادی کا متقاضی تھا اور سنت الٰہیہ ایک رہبر صادق کی مقتضی تھی۔ کیونکہ قانون قدیم حضرت رب العالمین کا یہی ہے کہ جب دنیا میں کسی نوع کی شدت اور صعوبت اپنے انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو رحمت الٰہی اس کے دور کرنے کی طرف متوجہ ہوتی ہے جیسے جب امساک باران سے غایت درجہ کا قحط پڑ کر خلقت کا کام تمام ہونے لگتا ہے تو آخر خداوند کریم بارش کر دیتا ہے اور جب وبا سے لاکھوں آدمی مرنے لگتے ہیں تو کوئی صورت اصلاح ہوا کی نکل آتی ہے یا کوئی دوا ہی پیدا ہو جاتی ہے اور جب کسی ظالم کے پنجہ میں کوئی قوم گرفتار ہوتی ہے تو آخر کوئی عادل اور فریادرس پیدا ہو جاتا ہے۔ پس ایسا ہی جب لوگ خدا کا راستہ بھول جاتے ہیں اور توحید اور حق پرستی کو چھوڑ دیتے ہیں۔ تو خداوند تعالیٰ اپنی طرف سے کسی بندہ کو بصیرت کامل عطا فرما کر اور اپنے کلام اور الہام سے مشرف کر کے بنی آدم کی ہدایت کے لئے بھیجتا ہے کہ تا جس قدر بگاڑ ہو گیا ہے اس کی اصلاح کرے اس میں اصل حقیقت یہ ہے کہ پروردگار جو قیوم عالم کا ہے اور بقا اور وجود عالم کا اسی کے سہارے اور آسرے سے ہے کسی اپنی فیضان رسانی کی صفت کو خلقت سے دریغ نہیں کرتا اور نہ بیکار اور معطل چھوڑتا ہے بلکہ ہریک صفت اس کی اپنے موقعہ پر فی الفور ظہور پذیر ہو جاتی ہے۔ پس جبکہ از روئے تجویز عقلی کے اس بات پر قطع واجب ہوا کہ ہریک آفت کا غلبہ

توڑنے کے لئے خدا تعالیٰ کی وہ صفت جو اس کے مقابلہ پر پڑی ہے ظہور کرتی ہے اور یہ بات تواریخ سے اور خود مخالفین کے اقرار سے اور خاص فرقان مجید کے بیان واضح سے ثابت ہو چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت میں یہ آفت غالب ہو رہی تھی کہ دنیا کی تمام قوموں نے سیدھا راستہ توحید اور اخلاص اور حق پرستی کا چھوڑ دیا تھا اور نیز یہ بات بھی ہر یک کو معلوم ہے کہ اس فساد موجودہ کے اصلاح کرنے والے اور ایک عالم کو ظلمات شرک اور مخلوق پرستی سے نکال کر توحید پر قائم کرنے والے صرف آنحضرت ہی ہیں کوئی دوسرا نہیں۔ تو ان سب مقدمات سے نتیجہ یہ نکلا کہ آنحضرت خدا کی طرف سے سچے ہادی ہیں چنانچہ اس دلیل کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں آپ ارشاد فرمایا ہے اور وہ یہ ہے۔ تَاللَّهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَى أُمَمٍ مِنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌوَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ وَاللَّهُ أَنْزَلَمِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ(سورۃ النحل 64 تا 66) یعنی ہم کو اپنی ذات الوہیت کی قسم ہے جو مبدء فیضان ہدایت اور پرورش اور جامع تمام صفات کاملہ ہے جو ہم نے تجھ سے پہلے دنیا کے کئی فرقوں اور قوموں میں پیغمبر بھیجے۔ پس وہ لوگ شیطان کے دھوکا دینے سے بگڑ گئے۔ سو وہی شیطان آج ان سب کا رفیق ہے۔ اور یہ کتاب اس لئے نازل کی گئی کہ تا ان لوگوں کا رفع اختلافات کیا جائے اور جو امر حق ہے وہ کھول کر سنایا جائے اور حقیقت حال یہ ہے کہ زمین ساری کی ساری مر گئی تھی۔ خدا نے آسمان سے پانی اتارا اور نئے سرے اس مردہ زمین کو زندہ کیا۔ یہ ایک نشان صداقت اس کتاب کا ہے۔ پر ان لوگوں کے لئے جو سنتے ہیں یعنے طالب حق ہیں "۔(روحانی خزائن جلد 1۔ براہین احمدیہ بقیہ حاشیہ نمبر 10 صفحہ 113 تا 115)